2

صفاتِ الٰہیہ کو نہ سمجھنے سے تمام خرابیاں پیدا ہوتی ہیں

(فرمودہ ۱۴؍ جنوری ۱۹۱۶ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ؗ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْۤ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ؗ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (المائدہ: ۶)

اس آیت کریمہ میں جو مَیں نے ابھی پڑھی ہے اسلام کے سوا باقی جس قدر مذاہب ہیں ان کے دو حصے کیے گئے ہیں۔ اور ان میں سے ایک کا نام "اہل کتاب" رکھا ہے اور دوسرے کا جیسا کہ دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے مشرک نام یعنی جو کسی آسمانی کتاب کو مانتے ہیں انہیں اہلِ کتاب کہا گیا ہے اور جو کسی کتاب کو نہیں مانتے انہیں مشرکین قرار دیا گیا ہے۔ اور ان دونوں کے ساتھ معاملہ اور برتاؤ کرنے میں فرق رکھا ہے۔ بعض لوگوں کو اس فرق سے یہ دھوکہ لگا ہے کہ چونکہ قرآن شریف میں بار بار اہلِ کتاب کے نام سے ایک گروہ کو پکارا گیا ہے اس لئے انہیں قرآن شریف نے کافر قرار نہیں دیا۔ حالانکہ قرآن شریف کی ان آخری سورتوں سے ہی جن کو لوگ نمازیں پڑھنے کے لئے یاد کرتے ہیں۔ اہلِ کتاب کا کافر ہونا ثابت ہوتا ہے سورۃ بیّنہ شروع ہی اس طرح سے ہوتی ہے کہ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ۔ تو اہلِ کتاب کو بھی کفر کرنے والے قرار دیا گیا ہے۔ تھوڑے ہی دن ہوئے کہ میرے سامنے ایک غیر احمدی کا سوال پیش کیا گیا کہ قرآن شریف تو اہلِ کتاب کو بھی کافر نہیں کہتا مگر تم لوگ ہم کو کافر کہتے ہو حالانکہ ہم تمہارے بہت قریب ہیں ایک مسیحی جو اہلِ کتاب

وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا کہتا ہے قرآن شریف کو جھوٹا مانتا ہے اور اس کے ساتھ مسلمانوں کا نہ صرف فروع میں ہی فرق ہے بلکہ اصول تک میں بھی اختلاف ہے لیکن وہ کافر نہیں تو کیا وجہ ہے کہ غیر احمدی جو نماز پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں حج کرتے ہیں اور اسلام کے اصولوں کے منکر نہیں ہیں۔ ان کو تم کافر قرار دیتے ہو۔ میرے نزدیک اس کا سوال کم سمجھی کا نتیجہ ہے قرآن مجید صاف طور پر اہل کتاب اور مشرکین دونوں کو کافر قرار دیتا ہے جیسا کہ میں نے ابھی ایک آیت سے بتایا ہے ہاں ان میں امتیاز کرنے کیلئے انکے دو نام رکھ دیئے ہیں۔ یعنی ایک اہل کتاب اور دوسرے مشرک۔ پس کافر ہونے کے لحاظ سے ان دونوں میں کوئی تخصیص نہیں جیسے کافر اہل کتاب ہیں ویسے ہی مشرک بھی ہیں۔ البتہ کافر ہونے کی حالت میں ہی ان کی دو قسمیں کر دی گئی ہیں۔ ہم بھی اسی لحاظ سے غیر احمدیوں کو مشرک کافر نہیں کہتے بلکہ اہل کتاب کافر کہتے ہیں اور جو تخصیص قرآن شریف نے مشرکوں کے مقابلہ میں اہل کتاب سے رکھی ہے وہی ہم غیر احمدیوں سے رکھتے ہیں اور ہم تو خواہ کسی کتاب کے الہامی ماننے والے ہوں انہیں بھی اہل کتاب ہی کہتے ہیں۔ غرض کافر تو اہل کتاب اور مشرک دونوں ہوتے ہیں لیکن امتیاز کے لئے ان کی الگ الگ شاخیں قرار دے دی گئی ہیں ایک اہل کتاب کافر اور دوسرے مشرک کافر۔ اور ان دونوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں فرق رکھا گیا ہے۔ جو یہ ہے کہ اہل کتاب کی نسبت خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ وَ طَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ۔ وَطَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّھُمْ۔ ان کا تیار کیا ہوا طعام تمہارے واسطے کھانا جائز ہے اور تمہارا پکا ہوا کھانا ان کے لئے اس سے زیادہ یہ کہ اہل کتاب کا ذبیحہ کھانا بھی جائز ہے۔ اسی طرح اگر کوئی اہل کتاب اپنی لڑکی کسی مسلمان کو بیاہ دینے کے لئے تیار ہو تو اس سے نکاح کر لینا جائز ہے لیکن ایک مشرک جس کی یہ تعریف ہے کہ وہ کسی الہامی کتاب کے ماننے کا دعویدار نہ ہو اس کے متعلق یہ باتیں جائز نہیں ہیں یعنی نہ تو ان کے کھانے کو کوئی مسلمان کھا سکتا ہے اور نہ ان کی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے پس یہ فرق ہے اہل کتاب اور مشرکین میں۔

اب یہ سوال ہو سکتا ہے کہ یہ فرق کیوں رکھا گیا ہے کیونکہ اب ایک اور نیا گروہ اہل کتاب کا نکلا ہے یعنی غیر احمدی۔ اس لئے ان کی طرف سے یہ سوال ہوتا ہے

چنانچہ پہلا سوال کرنے والے نے ہی ایک یہ بھی کیا ہے کہ اہل کتاب اور غیر اہل کتاب کے ساتھ سلوک کرنے میں فرق کیوں رکھا گیا ہے۔ برہمو جو کسی کتاب کو نہیں مانتے وہ وہ تو اہل کتاب نہیں ہیں۔ حالانکہ وہ شرک نہیں کرتے اور عیسائی جو اہل کتاب ہیں وہ اتنا بڑا شرک کرتے ہیں کہ جس کی نسبت خدا تعالیٰ بھی فرماتا ہے کہ قریب ہے کہ ان کے اس شرک کی وجہ سے آسمان پھٹ پڑے۔ لیکن باوجود اس کے وُہ تو اہل کتاب ہیں اور برہمو کے مقابلہ میں ان کے ساتھ معاملات میں بڑا فرق رکھا گیا ہے۔ میرے نزدیک اس فرق میں بہت بڑی حکمتیں ہیں جن کے سمجھنے کے لئے پہلے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ سوائے اس مذہب کے جو اپنے وقت کے لوگوں کے لئے خدا کی طرف ہدایت کے لئے مقرر ہوتا ہے باقی سب مذاہب جن کی اصل ہی کوئی نہ ہو یا ابتداء میں تو درست ہوں لیکن بعد میں خراب ہو گئے ہوں شرک سے کبھی خالی نہیں ہوتے۔ کیونکہ کوئی مذہب اسی وقت بگڑتا ہے۔ جب اس کے پیرو ان صفاتِ الٰہیہ کے سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں اور جب صفاتِ الٰہیہ کے سمجھنے میں نقص پیدا ہوگا تو ساتھ ہی شرک پیدا ہوگا۔ پس کوئی جھوٹا مذہب شرک کی آمیزش سے خالی نہیں ہوسکتا۔ اور جو مذہب شرک کی آمیزش سے بکلی پاک ہے وہ ضرور سچا ہے۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ بعض جھوٹے مذاہب میں شرک ظاہر طور پر ہوا اور بعض میں مخفی طور پر۔

اب جبکہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ شرک تمام جھوٹے مذاہب میں ہوتا ہے۔ اور قرآن کریم سے بھی ثابت ہے کہ مسیحی اور یہودی جن کو نام لے کر اہل کتاب کہا ہے وہ مشرک ہیں جیسا کہ فرمایا کہ:- وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ (التوبہ : ۳۰) یہودی کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ پھر اسی ذکر کے ساتھ دوسری آیت میں فرمایا کہ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ پس قرآن کریم کے نزدیک سوائے اسلام کے سب مذاہب میں شرک ہے۔ اور جس طرح غیر اہل کتاب مشرک ہیں اسی طرح دوسرے لوگ بھی مشرک ہیں۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اسلام کے سوا سب ہی مشرک ہیں تو پھر ناموں میں کیوں فرق کیا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ ناموں میں فرق شناخت کے لئے کیا جاتا ہے کہ ایک جماعت دوسری سے الگ ہوجائے اور پہچانی جائے۔ تمام نام اسی لئے رکھے جاتے ہیں تا ایک چیز

دوسری چیز سے علیحدہ معلوم ہو جائے اور لوگ اُسے شناخت کر سکیں چونکہ اللہ تعالےٰ چاہتا تھا کہ ان مذاہب میں جو کسی کتاب کو آسمانی مانتے ہیں اور ان میں جو کسی الہامی کتاب کو نہیں مانتے فرق کیا جائے اور کسی آسمانی کتاب کے ماننے والوں سے بعض نرمیاں کی جائیں اس لئے ان کا ایک الگ نام رکھا تا کہ فوراً اس نام سے ہر ایک شخص سمجھ لے کہ یہ گروہ فلاں فلاں رعایات کا مستحق ہے۔ اور نام میں اس خصوصیت کو بیان کر دیا جو اس میں پائی جاتی ہے یعنی اہل کتاب ہونا پس جس طرح انسان حیوانوں میں سے ہی ہے لیکن دوسرے حیوانوں سے فرق کرنے کے لئے اسے انسان کہدیتے ہیں یعنی ذوانس رکھنے والا ایک خدا سے اور ایک بندوں سے۔ اور یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو اور جانوروں میں نہیں پائی جاتی۔ اسی طرح اہل کتاب گو مشرک مذاہب میں سے ہی ہیں لیکن ان کو اہل کتاب اس خصوصیت کے اظہار کے لئے کہا گیا جو ان کے سوا دوسرے مذاہب میں نہیں پائی جاتی اور جس طرح حیوانوں میں سے بعض حیوانوں کو انسان کہنے سے وہ جانداروں کی فہرست سے خارج نہیں ہو جاتے اسی طرح مشرکوں میں سے بعض مشرکوں کو اہل کتاب کہنے سے وہ مشرکوں کی فہرست سے خارج نہیں ہو جاتے۔ ہاں صرف ان کی ایک خصوصیت کا اظہار ہوتا ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ کیوں اہل کتاب کے ساتھ دوسرے مذاہب کی نسبت نرم معاملہ کا حکم دیا گیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کبھی کسی کی ذراسی نیکی کو ضائع نہیں کرتا اور جس کسی میں جس قدر بھی نیکی ہو گی اس کا اسے ضرور بدلہ دیتا ہے اسلام میں ایک سچے مومن کے لئے خدا تعالےٰ نے کچھ نشان مقرر کئے ہوئے ہیں اور وہ یہ کہ وہ خدا پر ایمان لائے۔ فرشتوں۔ کتابوں اور نبیوں پر ایمان رکھتا ہو۔ پھر خیر و شر۔ جزا و سزا بہشت و دوزخ پر ایمان لاتا ہو۔ لیکن اگر کوئی جو ان باتوں میں سے جس قدر زیادہ کو مانتا ہے اسی قدر وہ اسلام کے قریب ہوتا ہے اس لئے ایک ایسا شخص جو کسی کتاب کو مانتا ہے بہ نسبت اس کے جو کسی کتاب کو نہیں مانتا اسلام کے قریب ہے کیونکہ ایک انسان جو خدا تعالےٰ کی طرف سے آنے والی کسی کتاب کو بھی نہیں مانتا۔ وہ الہام کا قائل نہیں ہوتا۔ اور جب الہام کا قائل نہیں ہوتا تو انبیا، کا بھی قائل نہیں ہوتا۔ کیونکہ نبی وہی ہوتا ہے جس کو الہام ہوتا ہو۔ لیکن جب الہام ہی نہ ہوا تو کوئی نبی کہاں ہوا۔ اس لئے ایک مشرک صرف خدا تعالےٰ کا قائل ہوتا ہے لیکن اہل کتاب خدا اور نبیوں کا قائل ہوتا ہے۔

یعنی مشرک سے ایک درجہ آگے ہوتا ہے۔ پھر ایسے لوگ جو الہام کے قائل نہیں ہوتے وہ فرشتوں کو بھی نہیں مانتے کیونکہ الہام فرشتہ کے ہی ذریعہ ہوتا ہے۔ پس جو قوم نبیوں کو بھی مانتی ہے اور فرشتوں کو بھی مانتی ہے۔ ضرور ہے اس کے مقابلہ میں ایک ایسی قوم جو نہ نبیوں کو مانتی ہے اور نہ فرشتوں کو کم درجہ رکھتی ہو اور پہلی میں دوسری کی نسبت ایمان کی زیادتی ہو۔ چونکہ خدا تعالےٰ کسی کے ایمان کو ضائع نہیں کرتا۔ بلکہ جس قدر کسی کا زیادہ ایمان ہوتا ہے اسی قدر اسے زیادہ فائدہ پہنچاتا ہے۔ اس لئے اہل کتاب کو جن میں مشرکین سے زیادہ ایمان ہے اسی دنیا میں مسلمانوں کے زیادہ قریب رکھ دیا۔ کیونکہ غیر اہل کتاب یعنی مشرکین میں سے بہت سے ایسے لوگ ہیں جو خدا تعالےٰ کے قائل نہیں ہوں گے اور اگر خدا تعالےٰ کے قائل ہونگے تو الہام کے نہیں ہوں گے اور جب الہام کے قائل نہیں ہوں گے تو انبیاء اور ملائکہ کے بھی نہیں ہوں گے۔ لیکن جو اہل کتاب ہیں خواہ کسی کتاب کے ماننے والے ہیں۔ وہ خدا۔ نبیوں اور اکثر حصّہ فرشتوں کے بھی ضرور قائل ہوں گے۔ بعض ایسے بھی ہیں جو فرشتوں کو نہیں مانتے لیکن بہت کم۔ تو اہل کتاب میں چونکہ مشرکین کی نسبت ایمان کے تین جزو زیادہ ہیں یعنی وہ (۱) نبیوں (۲) کتاب پر اور (۳) ملائکہ پر ایمان لاتے ہیں اس وجہ سے ان کے ساتھ سلوک میں زیادتی رکھی گئی ہے۔ ان کی لڑکیوں کا نکاح میں لینا اس لئے جائز رکھا گیا ہے تاکہ اس طرح ان کے ساتھ مودّت اور پیار بڑھے کیونکہ جس کی لڑکی کسی کے ہاں آئے گی ضرور ہے کہ اس کے تعلقات بھی اس سے بڑھیں اس سلوک کے ذریعہ اہل کتاب کے ساتھ خدا تعالےٰ نے تمدنی اور معاشرتی تعلقات کو مضبوط کیا ہے اسی طرح کھانا کھانا ہے۔ جب کوئی کسی کے ہاں کھانا کھائیگا تو ضرور ہے کہ ان کی آپس میں محبت اور الفت بڑھے اور ان کے دنیاوی تعلقات مضبوط ہوں۔ پس ایک وجہ تو اہل کتاب کے ساتھ خصوصیت سے سلوک کرنے کی یہ ہے اور دوسری یہ ہے کہ وہ انسان جو خدا تعالےٰ کا تو قائل ہے لیکن کسی بات کو نہیں مانتا۔ اس کے اعمال کی کوئی حدبندی نہیں کی جا سکتی کیونکہ وہ کہتا ہے کہ سب کام اپنی عقل کے مطابق کرنے چاہئیں اگر اس کی عقل میں چوری کرنا جائز ہے تو نا جائز ہے لیکن اگر اس کی عقل اس کے جائز ہونے کا فتویٰ دیتی ہے تو اس کے لئے جائز ہے۔ کیونکہ وہ آپ ہی خدا ہوتا ہے اور آپ ہی اچھی بری چیز کا

فیصلہ کرتا ہے۔ مثلاً اگر بیٹھے بیٹھے اس کے خیال میں یہ بات آجائے کہ فلاں آدمی کو قتل
کر دینا ایک بہت عمدہ بات ہے تو اب اس کے لئے اس کے قتل کے جواز کا فتویٰ مل
گیا۔ کیونکہ کوئی شریعت اس کے لئے نہیں ہے جو اسے اس بات سے روکے اور اس کی
حد بندی کرے لیکن اگر کوئی کسی کتاب کے ماننے والا ہو تو اس کے یہ کہنے پر کہ میں فلاں
کتاب کو مانتا ہوں فوراً پتہ لگ جائے گا کہ اس کے خیالات کیا اور کس حد کے اندر ہونگے
اور اگر کوئی کسی کتاب کو بھی نہ مانتا ہو تو اس کے خیالات کا بالکل کوئی پتہ نہیں لگے گا
اسلام چونکہ ایسی باتوں کو سخت ناپسند کرتا ہے جن میں کوئی حد بندی نہ ہو اور نہیں
چاہتا کہ مسلمان ایسے لوگوں سے تعلق رکھیں جن کے حالات اور خیالات کا انہیں
پتہ نہ ہو اس لئے اس قسم کے لوگوں کے ساتھ اسلام نے تعلق رکھنے کی اجازت نہیں
دی۔ ہاں جن لوگوں نے اپنے آپ کو کسی کتاب کے ماتحت کر دیا ہے اور اس کتاب
کے ذریعہ ان کے خیالات کی حد بندی ہو گئی ہے ان سے اجازت دے دی ہے کیونکہ
ایک یہودی ایک عیسائی اور ہندو کے خیالات اور حالات کا دائرہ معلوم ہوتا ہے
اور آسانی سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی ہر ایک بات اس دائرہ
کے اندر اندر ہوگی۔ لیکن ایک ایسا شخص جو کسی کتاب کا قائل ہی نہیں۔ اس کے
خیالات کے دائرہ کا کوئی علم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کے لئے کوئی دائرہ مقرر
نہیں ہوتا بلکہ وہ ہر وقت خود نیا دائرہ تجویز کرتا ہے۔ اور ایسا شخص معاملات میں
بہت خطرناک ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض لوگ کہہ دیں گے کہ ایک مسلمان کہلانے
والا بھی اپنے دائرے کو اس قدر وسیع کرتا ہے کہ سب کچھ ہی اس کے اندر آجاتا ہے
لیکن ہم کہتے ہیں کہ ایسا شاذ و نادر ہوتا ہے ورنہ اکثر ایک مذہب کے ماننے والے
کا حال اس کے اپنے اقرار سے معلوم ہو جاتا ہے اور ایسے شخص کی بدیاں بھی محدود
ہی ہوتی ہیں تو اسلام نے اس بات کو مدنظر رکھ کر اہل کتاب کے ساتھ تو اس قسم
کے تعلقات رکھنے کی اجازت دے دی ہے۔ لیکن غیر اہل کتاب کے ساتھ نہیں دی
اگر کوئی مسلمان ایک عیسائی یا یہودی یا ہندو عورت سے شادی کرتا ہے تو وہ
اس کی نسبت جانتا ہے کہ یہ کچھ اس کے خیالات ہوں گے اور اس طرح کرے گی۔
مثلاً یہ کہ ان مذاہب میں جھوٹ بولنا ناجائز ہے اس لئے اگر وہ اپنے مذہب کی پابند
ہو گی تو اس سے پرہیز کریگی لیکن اگر کوئی دہریہ یا برہمو عورت ہو اور وہ جھوٹ بولے تو
اس کا مذہب اُسے اس سے نہیں روکیگا کیونکہ درحقیقت اسکا مذہب اس کی اپنی عقل ہے اور وہ

پہلے بنائے ہوئے قواعد کو اپنے ذہنی خیالات سے ہر وقت توڑ سکتی ہے اور نئے اصول تجویز کر سکتی ہے۔

پس چونکہ ہر ایک اہل کتاب کے خیالات اور حالات کا دائرہ معلوم ہو جاتا ہے اس لئے ان کے ساتھ تعلق رکھنے کی اسلام نے اجازت دے دی ہے۔ لیکن غیر اہل کتاب کا چونکہ معلوم نہیں ہوتا اس لئے ان کے ساتھ تعلق رکھنے کی اجازت نہیں دی۔ کیونکہ ان سے تعلقات رکھنے سے خطرناک نقصانات کا احتمال ہے۔ اور اسلام ایسی بات کے کرنے سے روکتا ہے۔ جس میں نقصان زیادہ اور نفع کم ہو۔ چونکہ اس میں نقصان زیادہ ہے اس لئے اس سے روک دیا۔ اور یہ اسلام کی مسلمانوں پر ایک بہت بڑی رحمت ہے تو یہ دو وجوہات ہیں جن کے لئے اہل کتاب کا حق غیر اہل کتاب کی نسبت زیادہ رکھا گیا ہے اور ان کے ساتھ سلوک کرنے میں یہ فرق قرار دے دیا ہے۔

اسی کے متعلق ایک اور سوال اس شخص نے کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ جب قرآن شریف نے اہل کتاب اور غیر اہل کتاب میں اس لئے فرق رکھا ہے کہ ان کی ایمانیات میں فرق ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہندوؤں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ سلوک کرنے میں بھی فرق نہیں رکھا گیا۔ کیونکہ ایمانیات کے لحاظ سے تو ان میں بھی ایک دوسرے سے فرق ہے۔ عیسائی یہودیوں کی نسبت اور یہودی ہندوؤں کی نسبت اسلام سے قریب ہیں اور پھر غیر احمدی ان سب کی نسبت احمدیوں کے قریب ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ ان کے ساتھ بھی اسی لحاظ سے سلوک میں فرق نہیں رکھا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے یہ سوال اس لئے کیا ہے کہ اس نے دنیا کے معاملات اور خدا تعالےٰ کے افعال پر غور نہیں کیا۔ اصل بات یہ ہے کہ سہولت اور کام کے چلانے کے لئے کچھ دائرے اور حدود مقرر کی جاتی ہیں۔ اور گو ان دائروں کے اندر آنے والے افراد میں کچھ نہ کچھ فرق ہوتا ہے لیکن وہ سب اسی ایک ہی دائرہ میں سمجھے جاتے ہیں۔ مثلاً آدمیوں اور گدھوں میں امتیاز کے لئے ایک حد مقرر ہے مگر آدمیوں میں بھی بعض گدھے ہوتے ہیں۔ چنانچہ بعض بیوقوفوں کو لوگ گدھے کہتے ہیں لیکن اگر کہیں بہت سے آدمی بیٹھے ہوں اور ان میں ہی کچھ ایسے لوگ بھی ہوں جن کو گدھے کہا جاتا ہے تو ان سب کو گننے والا ان انسان گدھوں کو بھی انہیں میں شمار کرے گا نہ کہ انہیں گدھے قرار دے کر ان سے خارج سمجھے گا۔ اسی طرح ہر ایک چیز میں ہوتا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی دو چیزیں

ایک ایسی نہیں ہو سکتیں۔ اور کوئی دو چیزیں بالکل ایک ہی رنگ کی ایک ہی شکل کی۔ ایک ہی قد و قامت کی نہیں ہو سکتیں۔ ایک ہی اخلاق اور ایک ہی طبیعت کے دو آدمی نہیں ہو سکتے۔ پھر ایک ہی شکل ایک ہی آواز کے دو آدمی نہیں مل سکتے ضرور کچھ نہ کچھ ان میں فرق ہوگا۔ پس اگر فرق کے لحاظ سے ہر ایک انسان اور ہر ایک چیز کا نام الگ الگ قرار دیا جاتا تو نہ معلوم کس قدر ان کے نام ہو جاتے جس سے انتظام دنیا میں بہت سی ابتری پھیل جاتی۔ پھر کوئی دو کافر اور دو مومن اعمال کے لحاظ سے ایک دوسرے کے بالکل برابر نہیں ہو سکتے۔ اس لئے ہر ایک کے لئے الگ الگ نام ہونا چاہیئے تھا۔ پھر عیسائیوں یہودیوں اور ہندوؤں میں تو ایک دوسرے سے بڑا ہی فرق ہے۔ اس لئے ان میں سے ہر ایک کا بھی علیحدہ نام ہوتا۔ پھر اسلام کے فروعات کے لحاظ سے ہر ایک مسلمان میں فرق ہوگا اس لئے ہر ایک کے ساتھ سلوک اور تعلق کے لئے الگ الگ قاعدہ قرآن شریف میں بتایا جاتا۔ لیکن اس کے لئے موجودہ قرآن شریف کیا اگر اس سے کروڑ گنا بھی زیادہ ہوتا تو بھی اس میں یہ سب باتیں نہ آسکتیں۔ کہ فلاں کے ساتھ فلاں سلوک کیا جاوے اور فلاں کے ساتھ فلاں۔ تو یہ کہنا کم فہمی کا نتیجہ ہے۔ دنیا میں ہی دیکھ لو۔ ہر ایک قسم کے لئے ایک حد بندی ہوتی ہے۔ اور باوجود اس کے افراد کے اختلاف کے سب کو اسی میں سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً سکول کے لڑکے ایک ہی امتحان دیتے ہیں۔ لیکن ان کے لئے الگ الگ ڈویژن مقرر ہوتے ہیں۔ اور پھر ان ڈویژنوں میں پاس ہونے والے لڑکوں میں بھی فرق ہوتا ہے۔ مثلاً فرض کر لو کہ تھرڈ ڈویژن میں پاس ہونے والوں کے لئے یہ حد ہے کہ جو ایک سو سے دو سو تک نمبر حاصل کرے وہ اس ڈویژن میں پاس ہوگا اب جو لڑکے ۱۰۱ یا ۱۰۲ یا ۱۰۳ یا ۱۰۴ اور اسی طرح دو سو تک نمبر لیں گے۔ وہ سب تھرڈ ڈویژن میں ہی پاس ہونے والے سمجھے جائیں گے۔ نہ کہ ہر ایک کے فرق کے لحاظ سے اس کا الگ ڈویژن مقرر ہوگا (چونکہ سوال کرنے والا ایک طالب علم ہے اس لئے میں نے یہی مثال دی ہے) اسی طرح الٰہی قانون ہے۔ خدا تعالےٰ نے تمام انسانوں کا نام انسان رکھا ہے۔ حالانکہ ان میں ایک دوسرے سے ضرور کچھ نہ کچھ فرق ہوتا ہے۔ ہاں کچھ فرق بڑے ہوتے ہیں اور کچھ چھوٹے۔ خدا تعالےٰ نے بڑے فرقوں کے لحاظ سے الگ الگ نام رکھ دیا ہے پس اس لحاظ سے سب اہل کتاب کا ایک ہی نام ہے۔ باقی رہی ہر ایک کی حالت۔

سو اس کے مطابق اس سے سلوک ہوتا ہے۔ اگر کوئی ایسا اہل کتاب ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نکالتا ہے یا قرآن شریف کی بے ادبی کرتا ہے تو کبھی کوئی سچا مسلمان یہ پسند نہیں کرے گا کہ اس کی لڑکی اپنے نکاح میں لے لے۔ یا اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھائے۔ اس قسم کا سلوک ہر ایک کی حالت کے مطابق ہوگا۔ لیکن اسلام نے ایک اصول کے رنگ میں ان میں اور غیر اہل کتاب میں فرق رکھ دیا ہے ایک غیر احمدی اور ایک مسیحی میں بلحاظ اس کے کہ وہ بھی نبیوں کو مانتا ہے اور ایک عیسائی بھی نبیوں کو مانتا ہے کوئی فرق نہیں ہے۔ ہاں انبیاء کے افراد کا خیال کریں تو فرق معلوم ہوتا ہے۔ یعنی ایک عیسائی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اور مسیح موعود دونوں کو نہیں مانتا۔ اور ایک غیر احمدی صرف حضرت مسیح موعود کو نہیں مانتا۔ اس لئے کچھ فرق تو ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ کے نزدیک کسی گروہ کا نام رکھنا بڑے فرق کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور اگر چھوٹے چھوٹے فرقوں پر بھی نام رکھے جائیں تو دنیا کا کوئی کام بھی نہ چلے۔ اور اہل دنیا کے لئے یہ ایک بہت ضرر دہ بات ہو اور خدا تعالےٰ کی طرف سے کوئی ضرر دینے والی بات نہیں آتی۔ پھر مسلمانوں میں ہی کئی فرقے ہیں لیکن سب مسلمان ہی کہلاتے ہیں۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ ان کے نام الگ کیوں نہیں رکھے گئے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر اس طرح نام رکھے جاتے تو کام ہی نہ چلتا۔ اصل بات یہ ہے کہ بڑے بڑے اختلاف کی وجہ سے نام رکھے جاتے ہیں۔ اور اگر اس معترض کو برا لگتا ہے کہ کوئی اسے حق سے دور کیوں قرار دیتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ہم کب چاہتے ہیں کوئی حق سے دور رہو ہم کبھی تو یہی چاہتے ہیں کہ سب لوگ حق کو قبول کرلیں۔ اور ہم میں مل جائیں پس جسے یہ بات بری لگتی ہے اسے چاہیئے کہ وہ حق کو قبول کرلے۔ پھر اُسے کبھی ہم حق سے دور نہ کہیں گے۔ ہمیں کسی کو کافر کہنے کا شوق نہیں۔ ہاں اگر کوئی اپنے اعمال سے کافر بنتا ہے تو بنے۔ لیکن اگر ہم غیر احمدیوں کے نزدیک جھوٹے ہیں اور کسی کو کافر کہتے ہیں تو اسے برا کیوں لگتا ہے۔ دیکھو عیسائی ہمیں کافر کہتے ہیں لیکن ہم ان کے اس کہنے سے نہیں چڑتے۔ کیونکہ ہم انہیں سچا نہیں سمجھتے۔ پس اگر غیر احمدی ہمارے کافر کہنے سے چڑتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہم کو سچا سمجھتے ہیں۔ ہم ان کو کہتے ہیں کہ جب وہی اسلام ہے جو ہمارے پاس ہے۔ تو تم اسے قبول کرلو۔ پھر ہم تمہیں کافر نہیں کہیں گے بلکہ اپنا بھائی

سمجھیں گے۔

خدا تعالےٰ تمام لوگوں کو توفیق دے کہ وہ سچی راہ کو قبول کریں۔ اور قسم قسم کے توہمات میں پڑ کر صداقت اور راستی کو نہ چھوڑیں۔

(الفضل ۵ فروری ۱۹۱۶ء)